بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ١١ | بابت ماہ جولائی سنہ ١٩١٦ء مطابق رمضان المبارک سنہ ١٣٣٤ | نمبر ٧

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے ۸ر - غیر ممالک سے ۸ر

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چوہدری عبد السلام سیکرٹری کے حکم سے شائع ہوا

احمدؐ پیا کی نگری میں ایک جھونپڑا۔

میں جب سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوا۔ اپنی یہ آرزو یہ التجا بیان کرتا رہا۔ کہ میرا مسکن و مدفن یہیں ہو۔ چنانچہ میرے مختلف اشعار مندرجہ ہرسہ نغمۂ اکمل سے ظاہر ہے۔ اور یہ دونو باتیں اللہ کے اختیار میں اس ذات بابرکات کے فضل پر موقوف ہیں۔ آخر وہ وقت آپہنچا کہ حضرت اُم المومنین نے بکمال شفقت مادرانہ تشحیذ کے پاس کی زمین سکینۃ النساء کو مرحمت فرمائی۔ جو صرف دو سو ۲۰۰ روپے کے قریب خرچ سے اس قابل ہوگئی۔ کہ اسپر مکان بنایا جاسکے۔ میرے پاس کوئی روپیہ ماہواری تنخواہ سے بچا ہُوا نہ تھا۔ تاہم اپنے والدین کی گرانقدر امداد اور قرضہ حسنہ سے بارہ سو ۱۲۰۰ تک کا انتظام ہوا۔ اور یہ سب ایک کچے جھونپڑے کی تعمیر میں صرف ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے عجیب عجیب رنگ میں میری دستگیری کی۔ توحید کا سبق پڑھایا۔ اور مجھے اپنے حقیقی ہوا خواہوں کا پتہ بتایا۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ دُعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اِس مکان کو بابرکت بنائے اور اس کے رہنے والے اپنے مطاع کی سچی تعلیم کے پابند ہوں۔ اللّٰھم آمین

اس وقت چند اشعار زبانِ قلم پر آگئے ہیں :-

اِک جھونپڑا بنالوں بُستان احمدیؐ میں — کچھ نیکیاں کمالوں۔ دُنیا کی زندگی میں
یہ عمر یاں گذاروں دنیا و دیں سنواروں — ہمت کبھی نہ ہاروں تکلیف کی گھڑی میں
ہر وقت یاد تیری یارب غذا ہو میری — بھولوں نہ میں خوشی میں چھوڑوں نہ میں غمی میں
چھوٹے نہ شہر تیرا ٹوٹے نہ عہد میرا — یارب یہیں ہو ڈیرا تنگی تو نگری میں
لب پہ ہو نام احمدؐ۔ دل میں مقامِ احمدؐ — پھیلے کلامِ احمدؐ۔ دورِ محمدیؐ میں

اِس جھونپڑے میں آؤں۔ مہدی کے گیت گاؤں
اکمل کبھی نہ جاؤں۔ لاہور یا مرّی میں

ملے (ایبٹ آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۶ء

وضو میں پاؤں دھونے کا حکم

یہ مسئلہ سنی شیعہ میں اختلافی ہے۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ وضو کے لئے پاؤں دھونے فرض ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں۔ ان پر مسح کرنا چاہیئے۔ اصل حکم الٰہی ان الفاظ میں ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ رکوع ۲)

نظم قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ اَرْجُلَکُمْ منصوب ہے اور نصب دینے والا فَاغْسِلُوْا فعل ہے۔ پس معنے یہ ہوئے کہ جب تم نماز کے لئے وضو کرنے لگو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو۔ اور پاؤں بھی دھولو۔ اگر وَامْسَحُوْا کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا۔ تو اَرْجُلِکُمْ آتا۔ کیونکہ اس کا تعلق وَامْسَحُوْا سے بذریعہ معطوف الیہ رُءُوْسِکُمْ کے ہے جو بوجہ حرف جار۔ مجرور ہے پس یہ بھی مجرور چاہیئے تھا۔ مگر قرأت مشہورہ میں مجرور نہیں بلکہ منصوب ہے۔ جو زبردست ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ یہ فَاغْسِلُوْا سے متعلق ہے اور لامحالہ اسکے معنے ہونگے کہ مسح کرو اپنے سروں

پر اور دھوؤ اپنے پاؤں کو +

۲- اس میں کچھ شک نہیں کہ اسکی ایک قرأت اَرْجُلِکُمْ - ل کی زیر سے بھی آئی ہے۔ اس کا جواب اہلسنت کیطرف سے یہ دیا گیا ہے کہ یہ جر جوار ہے یعنی ساتھ کے لفظ کی وجہ سے اس پر بھی زیر آگئی ہے ورنہ دراصل نصب کا محل تھا۔ اور اسکی مثالیں کلام عرب سے دی گئی ہیں +

مثال اوّل جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ - خرب بظاہر مجرور ہے۔ حالانکہ دراصل خَرِبٌ تھا۔ یعنی جحر مبتدا اور خرب خبر۔ مگر ضبّ کی مجاورت کی وجہ سے یہ بھی مجرور ہے +

مثال دوم - عَالِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ - چونکہ ثیاب مضاف ہے اور اِسْتَبْرَق مضاف الیہ ہے اس لئے سُنْدُسٍ کی طرح اِسْتَبْرَقٍ چاہیئے تھا مگر خُضْرٌ کی مجاورت کی وجہ سے اِسْتَبْرَقٌ آیا ہے +

مثال سوم - مغنی اللبیب نحو کی مستند و مشہور کتاب میں لکھا ہے ان الشیء یعطی حکم الشیء اذا جاوزہ اور اسکی مثال میں سورہ واقعہ کی ایک آیت پیش کی ہے جو یوں ہے یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ - اخیر پر آتا ہے وَحُوْرٌ عِیْنٌ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ - اب ایک قرأت اسکی حُوْرٍ عِیْنٍ ہے تو اس صورت میں یہ جو مجرور ہے تو محض بوجہ مجاورت اَکْوَابٍ اور کَاْسٍ اور فَاکِھَۃٍ - ورنہ یہ معنے نہیں کہ وہ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ جو ہیں وہ آبخوروں کے ساتھ حوریں بھی لئے پھریں گے

مثال چہارم - امام فراء کہتے ہیں ابو الجراح نے میرے سامنے یا صالح بلغ ذوی المزوجاتِ کُلِّھِمْ - پڑھا - لَ کی زیر سے یعنے کہا - کُلُّھُمْ - لَ کی زیر پڑھے - کیونکہ بلغ کا مفعول ہے تو انھوں نے کہا کُلِّھِمْ ہی بہتر ہے اب یہ جر جو ہے تو المزوجاتِ کی جر کی وجہ سے ہے +

القصہ اوّل تو ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید میں اَرْجُلَکُمْ لَ کی زبر سے لکھا ہے۔ پس اسی کے مطابق معنے ہونگے اور اگر کوئی اڑ جائے کہ اَرْجُلِکُمْ بھی قرأت ہے تو اس کا یہ جواب ہے جو اوپر دیا گیا +

۳- پھر اَرْجُلَكُم کے ساتھ اِلَى الْكَعْبَيْن بتا رہا ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا مراد نہیں کیونکہ مسح کے لئے ٹخنوں تک کی شرط زاید بنتی ہے۔ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ پاؤں کا دھونا ہی مقصود شریعت ہے +

ایدیکم الی المرافق کے ساتھ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْن کا تناسب بتاتا ہے کہ دونوں ایک ہی حکم میں ہیں +

۴- اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم ' جو مہبط وحی قرآن مجید تھے اس آیت سے کیا سمجھے اور آپ اور آپ کے صحابہ کرام کا تعامل کیا تھا +

اول۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پاؤں دھونے پر مداومت فرمائی اور ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے ننگے پاؤں پر مسح فرمایا ہو +

دوم۔ ننگے پاؤں پر مسح کرنے سے آپ نے روکا۔ چنانچہ صحیحین میں یوسف بن مالک سے آیا ہے۔ کہ ہم وضو میں پاؤں پر جلدی میں مسح کرنے لگے تو فرمایا۔(۱) اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار۔ وضو پورا کرو۔ ایڑیوں کو آگ سے بچاؤ (۲) ابوہریرہ سے بھی صحیحین میں یہی روایت ہے۔ (۳) مسلم میں حضرت عایشہ سے یہی روایت ہے۔ (۴) عبداللہ بن الحارث نے مرفوعاً کہا ہے۔ ویل للاعقاب وبطون الاقدام من النار (۵) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے ویل للعراقیب من النار رواہ احمد (۶) ابن ماجہ اور ابن جریر میں بھی یہ روایت ہے۔ (۷) ابوامامہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ نے ایسا فرمایا تو ہر شریف و وضیع اپنے پاؤں پھیر کر دیکھتا تھا کہ سوکھے تو نہیں رہے اگر سوکھا ہوتا تو پھر وضو کرتا (رواہ ابن جریر) (۸) حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔ ایک آدمی نے وضو کیا۔ ناخن کے برابر قدم سوکھا رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ نے دیکھ کر فرمایا۔ ارجع فاحسن وضوءك (رواہ مسلم) (۹) حضور علیہ الصلوٰۃ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھتا ہے اور پشت قدم پر درہم کے برابر سوکھا ہے فرمایا پھر وضو کر اور نماز کو لوٹا۔ (ابوداؤد) اس کے اسناد جید قوی ہیں (۱۰) عمرو بن عبسہ کی روایت میں مرفوعاً آیا ہے کہ ثم یغسل قدمیه الی الکعبین کما امرہ اللہ (پھر دھوئے اپنے دونوں پاؤں جیسے کہ اللہ نے حکم دیا)

مسلم میں ہے ثم یغسل قدمیہ کما امرہ اللہ (۱۱) حدیث جابر میں ہے حسب نقل دارقطنی کہ امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ اذا توضأنا للصلوٰۃ ان نغسل ارجلنا۔ رسول اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم نماز کے لئے وضو کریں تو پاؤں کو دھوئیں۔ (۱۲) اسی طرح فرمایا رسول اللہ صلعم نے بعد ان توضاء وضوءً غسل فیہ قدمیہ فمن زاد علے ھذا او نقص فقد اساء وظلم یعنی آپ نے وضو میں پاؤں دھو کر فرمایا کہ جو اس پر بڑھائے یا اس سے کم کرے تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ (اخرجہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وصححہ) (۱۳) آپ نے اعرابی کو فرمایا توضأ کما امرک اللہ وضو کر جیسے اللہ نے تجھے حکم دیا اور پھر اسکے ساتھ اسے وضو کا طریق سمجھایا جسمیں پاؤں دھونے کا حکم تھا +

یہ احادیث صحیحہ بتاتی ہیں کہ بالتواتر غسل الرجلین ثابت ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن مجید سے رسول اکرم صلعم اور آپ کے صحابہ نے بھی یہی سمجھا +

سوم۔ وقال الزمخشری لما کانت الارجل من بین الاعضاء الثلاثۃ المغسولۃ تغسل بصب الماء علیھا کانت مظنۃ الاسراف المذموم شرعًا فعطفت علی الممسوح لا لتمسح ولکن لینبہ علے وجوب الاقتصاد فی صب الماء علیھا وقیل الی الکعبین فجیٔ بالغایۃ اماطۃ لظن من یظن انھا ممسوحۃ لان المسح لم تضرب لہ غایۃ فی الشریعۃ۔ یعنی زمخشری نے لکھا کہ اسراف سے بچانے کے لئے جو شرعًا مذموم ہے ایک ایسے عضو کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے جسپر مسح کیا جاتا ہے۔ تاکہ پانی گرانے میں میانہ روی اختیار کی جائے۔ اسکے ساتھ الی الکعبین کا ذکر اس لئے کر دیا تاکہ کوئی امسحوا ساتھ ہونے سے یہ نہ سمجھ لے کہ اس پر بھی مسح کرنا چاہیئے کیونکہ مسح کے لئے غایۃ بیان نہیں ہوتی +

مسیح موعود حکم عدل کا فیصلہ

یہ تو اگلوں نے لکھا۔ آخر وہ وقت آ پہنچا۔ کہ خدا کا صاحب الوحی الحکم العادل امام ہمام علیہ السلام نازل ہوا۔ اس نے فرمایا۔ کہ پاؤں کے لئے غسل بھی تھا۔ اور مسح بھی اس لئے اس کا ذکر اس طریق پر کیا گیا کہ ترتیب وضو بھی قائم رہے اور یہ بھی اشارہ ہو کہ پاؤں کو دھونا چاہیئے

اور ایک طریق پر مسح بھی ہو سکتا ہے۔ سو اسکے لئے شارع نے جس کا منصب تھا لتبین للناس ما نزل الیھم فرمادیا۔ کہ جب تم موزے یا جرابیں پہنو تو مسح کرو۔ حضر میں آٹھ پہر سفر میں تین دن رات۔ اور جب موزے یا جرابیں نہوں تو دھولو۔ حق یہی ہے اور اسی میں جواب ہے ان لوگوں کا جو عطف میں جر جوار کو ممتنع قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے قرآنی نظم کی بلاغت کا علم ہوتا ہے کہ کس طرح پر ایک ہی لفظ میں تین حکم فرمادیئے۔ ہاں شارع نے اپنی تفسیر وعمل سے اسکی تشریح فرمادی جیسے کہ احادیث غسل الرجلین پیش کی گئیں اور مسح کے لئے بھی احادیث موجود ہیں۔ مگر ہمیشہ اجازت موزہ یا جراب کے ساتھ مشروط ہے ؛

(۱) وعن عبد اللہ بن عمر ان سعد احدثہ عن رسول اللہ انہ یمسح علی الخفین فان ابن عمر سأل عن ذلک عمر فقال نعم اذا حدثک سعد عن النبی صلعم شیئا فلا تسأل عنہ غیرہ۔ رواہ احمد والبخاری ؛

سعد نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے خفین پر مسح کیا۔ ابن عمرؓ۔ حضرۃ عمر سے پوچھا تو فرمایا بیشک مسح کرو۔ سعد جب نبی کریم سے کچھ بیان کریں تو پھر کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ؛

(۲) وعن المغیرۃ بن شعبۃ قال کنت مع النبی فی سفر فقضی حاجۃ ثم توضأ ومسح علی خفیہ قلت یارسول اللہ انسیت قال بل انت نسیت بھذا امرنی ربی عز وجل رواہ احمد وابو داؤد۔ قال الحسن البصری روی المسح سبعون نفسا فعلا منہ وقولا۔

مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں رسول اللہ نے وضو کیا۔ اور موزوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ بھول گئے۔ فرمایا نہیں تم ہی بھولے۔ مجھے میرے مولی نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں ستر بزرگوں نے آپ سے قولاً وفعلاً یہ روایت کی ہے ؛

(۳) وعن المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلعم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین رواہ الخمسۃ الا النسائی وصحح الترمذی۔ رسول اللہ نے وضو کیا۔ جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا۔ ابو داؤد نے کہا کہ جرابوں پر مسح کیا علی ابن ابی طالب نے۔ ابن مسعود نے۔ براء بن عازب نے۔ انس بن مالک نے۔ ابو امامہ نے۔ سہل بن سعد نے اور عمرو بن حریث نے ؛

غرض ان تمام احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم ننگے پاؤں وضو میں دھوتے تھے اور موزوں اور جرابوں پر مسح فرماتے تھے اور اس طرز عمل کی نسبت ارشاد تھا کہ امرنی ربی عز وجل سو اس آیت کے وہی معنے صحیح ہیں جو دونوں باتوں کو جمع کر دیں۔ نہ صرف غسل رجلین پر زور دینا تھا۔ نہ صرف مسح پر۔ بلکہ قرآن عزیز میں تینوں ہیں یعنی ایک کا غسل کا ہے ایک کا مسح کا۔ اسی لئے نظم قرآنی ایسی ہے ؛

نزول المسیح اور اسکی حقیقت

تمہید

باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو خدا تعالیٰ نے ہر رنگ میں ظاہر و ثابت کر دیا ہے اور کر رہا ہے اور اپنے وعدے کے مطابق "اسکی سچائی کو زور آور حملوں سے" بھی "ثابت کر رہا ہے"۔ پھر بھی اکثر لوگ ہیں کہ ماننے میں نہیں آتے اور خدا کی آواز اور خدا کے نشانات کو نہیں پہچانتے اور نہ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اور اب تک بعض مدعیان علم یہی کہے جاتے ہیں۔ کہ جب حدیثوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ مسیح ابن مریم نازل ہوگا اور وہ بھی دمشق کے پورب منارہ کے پاس تو پھر ہم کیونکر مان لیں کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں۔ اس لئے احمدیوں کو بھی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ بار بار ان امور پر بحث کریں اور بار بار اُن کی غلطیوں سے اُن کو آگاہ کر کے ہدایت کی راہ اُن پر کھولیں۔ میں بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے اِن صفحات میں اُن حدیثوں کی نسبت کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو نزول المسیح کے متعلق ہیں +

مسیح ناصری کی وفات

مگر قبل اس کے کہ میں اِن حدیثوں پر بحث کروں میں یہ امر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی و اقوال صحابہ و شہادت ائمہ سے یہ امر بالکل بیّن ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی بنی اسرائیل بھی سارے نبیوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور قرآن کریم کی کھلی کھلی آیتوں اور احادیث نبوی کی تصدیق سے یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ اس دُنیا میں کسی طرح واپس نہیں آسکتا۔ اور یہ قانون خداوندی بالکل اٹل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے کہ موسوی سلسلۂ خلافت اور محمدی سلسلۂ خلافت کی مماثلت کی وجہ سے از روئے قرآن کریم اخیر میں ایک نبی اس اُمت میں خاص طور پر مثیل مسیح ہونا بھی ضرور تھا۔ اِن امور پر سلسلۂ احمدیہ کی مختلف کتابوں اور پھر انہیں صفحات میں کافی بحث ہو چکی ہے +

پیشگوئیوں کی حقیقت

ہاں! یہ امر بھی یقینی ہے کہ احادیث میں ایک مسیح کے اِس امت میں اخیر وقت میں آنے کی پیشگوئی موجود ہے اور اُس آنے والے کو عیسیٰ ابن مریم بھی کہا گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم سے حضرت مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ کسی طرح اِس دُنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانے میں ایک مثیل مسیح کو آنا چاہیئے نہ کہ خود مسیح کو۔ تو پھر احادیث کی اِن پیشگوئیوں کی کیا حقیقت ہے جن میں مسیح ابن مریم یا عیسیٰ ابن مریم کے آنے یا نازل ہونے کی خبر موجود ہے +

پیشگوئیوں میں اخفا کا پہلو کیوں ہوتا ہے

سو واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے کہ پیشگوئیوں میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا ہے کہ جو کچھ تو بدیہی ہوتے ہیں اور کچھ استعارات سے پُر ہوتے ہیں اور ایک اخفا کا پردہ اُس پر ضرور ہوتا ہے کہ جسکی پوری حقیقت اکثر بوقت وقوع ہی کھلتی ہے اِس میں سِر یہ ہے کہ اگر پیشگوئیوں میں ایسا اخفا نہ ہوا کرتا تو پھر ایمان بالغیب صفحۂ دُنیا سے مٹ جاتا۔ اور جو اجر خدا تعالےٰ نے مومنوں کے لئے ایمان بالغیب کی وجہ سے ٹھہرا رکھا ہے۔ اُس کا مستحق انسان نہ رہتا۔ ہاں پیشگوئیاں ایسی مجمل بھی عموماً نہیں ہوتی ہیں کہ لوگوں کے ادراک سے ہی باہر ہوں بلکہ اخفا کے پردے کے ساتھ ایسی صراحت بھی ہوتی ہے کہ ہر طبع سلیم بوقت وقوع سمجھ سکے اور اپنی خداداد فطرت سے کام لیکر اُسکی اصل حقیقت تک پہنچ جائے کہ اِس طرح اُسکی ایمان کی تازگی کا بھی باعث ہو اور ایمان بالغیب کا اجر بھی ہاتھ سے نہ جائے +

ایک مثال عہد عتیق سے

مثال کے طور پر دیکھو کہ بائبل کی کتاب اوّل سلاطین باب ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک نبی ایلیاہ گذرے ہیں جنکو عربی میں الیاس علیہ السلام کہتے ہیں۔ پھر ملاکی نبی کی کتاب کے باب ۴ آیت ۵ میں انہی ایلیاہ نبی یعنی الیاس علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی بایں الفاظ

درج ہے :-

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا" ✦

جس سے یہودیوں نے یہی سمجھا تھا کہ حقیقت میں الیاس علیہ السلام ہی دوبارہ اِس دُنیا میں آئینگے چنانچہ متی کی انجیل کے باب ۱۷۔ آیت ۱۰ تا ۱۳ میں لکھا ہُوا ہے کہ :-

"اُسکے (یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے) شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر فقیہہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے ؟ اُس نے جواب میں کہا کہ ایلیاہ البتہ آئے گا۔ اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انھوں نے اُس کو نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اُسکے ساتھ کیا۔ اِسی طرح ابن مریم بھی اُنکے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اُس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے" ✦

پھر متی کی انجیل کے باب ۱۱ آیت ۱۲ تا ۱۵ میں ہے :-

"اور یوحنا (یعنی یحییٰ علیہ السلام) بپتسمہ دینے والے کے دنوں سے ابتک آسمان کی بادشاہت پر زور ہوتا رہا ہے اور زور آور اُسے چھین لیتے ہیں۔ کیونکہ سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی۔ اور چاہو تو مانو۔ ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُن لے" ✦

الیاس کی آمد ثانی

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اول ملاکی نبی علیہ السلام نے بالہام و وحی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے الیاس علیہ السلام جو پہلے گذر چکے تھے پھر دوبارہ آئینگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام کے آجانے کے بعد جب حضرت مسیح کا انکار کیا گیا تو وحی الٰہی لوگوں پر ظاہر فرمایا کہ یوحنا یعنی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہی الیاس موعود علیہ السلام ہیں چاہو تو قبول کرو۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جو وعدہ الیاس علیہ السلام کے واپس آنے کا دیا گیا تھا وہ بروزی آمد کا وعدہ تھا اور اس سے مُراد ایک ایسے صاحب سے تھی جو انکے

رنگ اور خصلت میں آنے والے تھے اور ان کے مثیل تھے گو مثیل کا لفظ نہ کہا گیا بلکہ یہی کہا گیا کہ خود الیاس علیہ السلام ہی آئینگے +

اب یہ پیشگوئی عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے تو جب انھوں نے چند خاص مماثلت دونو نبیوں میں دیکھ لی ترقی ایمان کا باعث ہوئی اور ایمان بالغیب بھی قائم رہا مگر نادانوں تعصب سے کام لینے والوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوئی اور تین نبیوں یعنی حضرت یحییٰ۔ حضرت مسیح۔ اور حضرت محمدؐ خاتم النبیین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے سے محروم رہ گئے +

بائبل کی یہ شہادت اسلام میں کیوں معتبر ہے

ہاں اگر یہ اعتراض کسی کے دل میں پیدا ہوا ہو کہ انبیاء گزشتہ کی کتابوں کا حوالہ کیوں دیتے ہو تو انکی خدمت میں عرض ہے کہ اوّل تو یہ واقعہ صرف کتابوں ہی کے حوالے پر دارومدار نہیں رکھتا بلکہ دو مخالف اقوام یہود و عیسائی کا متفقہ مسئلہ ہے کہ جسمیں کذب کا گمان ہی نہیں ہوسکتا۔ اُسکے علاوہ ہم کو تو قرآن کریم نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ اُن باتوں کو جو تم نہیں جانتے یعنی جنکی تصریح قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے افعال و اقوال میں نہو اور وہ باتیں اہل کتاب کے متعلق ہوں تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ اور اگر وہ ہماری تعلیم کے خلاف نہوں تو قبول کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورہ انبیاء۔ رکوع ۱) ترجمہ:۔ اگر تم کو معلوم نہو تو کتاب والوں سے پوچھ لو +

پھر بخاری شریف میں ہے:۔ "عن عبد اللہ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہٗ من النّار۔ (بخاری جلد اول جزو ۱۳۔ باب ماذکر عن بنی اسرائیل صفحہ ۴۹۱ مطبوعہ دہلی) ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری بات پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل کی روایت لو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اوندھے مُنہ آگ میں ڈالا جائے گا +

اس پیشگوئی کے الفاظ جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے

اب حضرت حبقوق علیہ السلام کی اُس پیشگوئی کو ملاحظہ کرو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ہے فرماتے ہیں:-

"خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہِ فاران سے آیا۔ سلاہ۔ اُسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُسکی حمد سے معمور ہوئی۔ اُسکی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں پر وہاں بھی اُسکی قدرت درپردہ تھی۔ مری اسکے آگے آگے چلی۔ اور اسکے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی۔ وہ کھڑا ہوا اور اُس نے زمین کو لرزہ دیا۔ اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پرانی پہاڑیاں اُس کے آگے دھس گئیں۔ اُس کی راہیں ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں" (حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ آیت ۳ تا ۶)

عیسائیوں کی غلط فہمی

یہ بالکل صاف اور کھلی ہوئی پیشگوئی ہے تاہم اسمیں بھی چند ایسی باتیں اور استعارات ہیں جس سے سوا سلیم دل یہودیوں اور عیسائیوں کے بقیہ یہودی اور عیسائی فائدہ نہ اُٹھا سکے اور ٹھوکر کھا گئے +

پہلی ٹھوکر جو عیسائیوں کو لگی وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں خود خدا کے آنے کی خبر ہے۔ اس لئے اُن لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ مسیح کی نسبت پیشگوئی ہے جو اُنکے خیال میں خدا اور خدا کا بیٹا تھا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حقیقتاً تو کوئی انسان خدا ہو ہی نہیں سکتا اور نہ خود خدا آسکتا ہے بلکہ یہ ایک ایسے مظہر اتم خداوندی کے آنے کی خبر ہے کہ جس سے خدا کی وحدانیت کامل طور پر پھیل جائیگی اور یہ بات سوا آنحضرت صلعم کے کامل طور پر کسی دوسرے نبی میں پائی نہیں جاتی۔ لعد بعضوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ گزشتہ واقعات کی خبر ہے جبکہ خدا کے جلال کا ظہور بذریعہ موسیٰ علیہ السلام کے ہوا تھا اور ماضی کے صیغے انکے اور بھی دھوکے کا باعث ہوئے ہیں جو حقیقتاً آئندہ ہی کے بارہ میں ہیں۔ ماضی کے صیغے ایسے مقامات میں اس لئے استعمال ہوتے ہیں کہ تا ظاہر ہو کہ یہ باتیں اس طرح یقینی ہونیوالی ہیں کہ گویا ہو چکی ہیں۔ مگر وہ اِس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں +

دوسری ٹھوکر لفظ تیمان کی وجہ سے لگی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تیمان فلسطین کے اُس صوبے کا بھی نام ہے جسمیں شعیر پہاڑی ہے۔ جہاں عیسو یعقوب علیہ السلام کے بھائی رہتے تھے اور وہ ناصرت کے قریب ہے (جیسا کہ پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۳ اور یرمیاہ نبی کی کتاب باب ۴۹ آیت ۷ تا ۱۰۔ اور نقشہ متعلقہ بائبل کے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے) مگر تیمان کے لغوی معنے دکن کے ہیں (دیکھو اسکاٹس کمنٹری آن بائبل ص ۹۱۸ جلد ۲) اس لئے جب اور نشانات مسیح علیہ السلام پر چسپیدہ نہیں ہوتے اور سیدنا محمد صلعم پر ٹھیک اُترتے ہیں تو تیمان سے بھی یہی سمجھا جائے گا کہ اس لفظ سے دکن کا ملک مراد ہے یعنی عرب جو فلسطین سے دکن واقع ہے اور خود مکہ بھی قریب قریب اسی دقیقہ پر جسپر کہ کوہ شعیر یعنی تیمان ہے دکن سمت میں واقع ہے +

تیسری ٹھوکر جو نہایت صاف ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی نبی عربی صلعم کی نسبت ہے جو مکہ یا مکہ کے قریب سے ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ یہ ہے کہ "وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔" آنحضرت صلعم کے قدوس ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے اور فاران مکہ کی وادیوں کا نام ہے جسکو میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ تاہم عیسائی اور یہودی فاران سے آنے والا نبی حضرت موسیٰ ہی کو بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی نہیں بلکہ گزشتہ واقعات کا ذکر ہے اور کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو یا کسی دوسرے گزشتہ نبی کو فاران سے سروکار رہا ہوگا اسی کا اس میں تذکرہ ہے +

اس پیشگوئی کی حقیقی تشریح

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ فاران اسی وادی کا نام ہے کہ جہاں اسمٰعیل علیہ السلام نے آکر پرورش پائی اور رہ گئے (جو یقینی مکہ کی وادی ہے جو عرب کی نسلی روایات کا متفقہ مسئلہ ہے) دیکھو پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۷ تا ۲۱ +

تب خدا نے اُس لڑکے کی آواز سُنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اُس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کہ اُس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سُنی۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کہ میں اس کو ایک بڑی

قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جاکر اُس مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہو گیا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اُسکی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اُس سے بیاہنے کو لی" +

بقیہ جملے جو مذکورہ بالا پیشگوئی میں قابلِ غور ہیں اُنمیں سے **ایک** یہ ہے کہ "اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُسکی حمد سے معمور ہوئی" حقیقت میں کون نبی ہے جو آپکی شوکت کا مقابلہ کر سکتا ہے اور کون نبی ہے کہ جسکی اسقدر تعریف درود اور دُعا اور نماز پنجگانہ کے ذریعہ سے سارے زمانے میں روزانہ ہر وقت ہر لحظہ کی جاتی ہو؟ بیشک آسمان آپکی شوکت سے چھپ گیا اور زمین آپکی حمد سے معمور ہو گئی اور آپ اسم بامسمیٰ "محمد" (بہت تعریف کیا گیا۔ بہت حمد کیا گیا) ثابت ہوئے گو اِس کا کامل ظہور آپ کی وفات کے بعد ہوا + **دوسرا** جملہ یہ ہے کہ "اُسکی جگمگاہٹ نور کی مانند ہے" اِس سے مراد آنحضرت صلعم کی شریعت بیضا ہے جو ایسی روشن ہے کہ اُسکی روشنی کی چمک اور جگمگاہٹ سارے عالم میں چھائی ہوئی ہے اور ہر ایک زمانے میں ساری دوسری روشنیوں کو مات کرتی رہی ہے اور اسوقت بھی کر رہی ہے۔ پھر **تیسرا** جملہ ہے کہ "اُسکے ہاتھ سے کرنیں نکلیں" یہ ایک اشارہ اور استعارہ ہے اِس امر کے لئے کہ آپ کے ہاتھ اور آپکی ذات سے بڑے بڑے عجائبات اور انقلابات کا ظہور ہوگا۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات نے بڑی بڑی روشنیاں دکھلائیں۔ بڑے بڑے عجائبات ظاہر کئے اور عظیم الشان انقلابات ظہور میں لائے کہ جسکے لئے تاریخ کا صفحہ صفحہ شہادت دینے کے لئے ہر وقت موجود ہے + **چوتھا** جملہ یہ ہے کہ "پر وہاں بھی اسکی قدرت در پردہ تھی"۔ اس سے صاف ظاہر ہے اُن عجائبات اور انقلابات کے ظہور میں بھی ایک پوشیدگی ایک پردہ داری ضرور ہوگی یہ نہ ہوگا کہ ایمان بالغیب کا پردہ چاک کر دیا جائے گا کہ پھر جسکے بعد ایمان وعمل کا کسی کو اجر ہی نہ مل سکے ہنیں ہنیں ایسا نہ ہوگا۔ ہاں قدرتیں ضرور دکھلائی جائینگی مگر اُنپر ایک پردہ ضرور پڑا ہوگا تاکہ عقل سلیم سے کام لینے والے فائدہ

اُٹھائیں اور نفس کی پیروی کرنے والے۔ آنکھوں کو بند رکھنے والے جہنم کے وارث ہوں۔

پھر پانچواں جملہ یہ ہے کہ "مری اُسکے آگے آگے چلی اور اسکے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی"۔ اِس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کے آتشین ہتھ سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُترنا پڑے گا۔ اور آتشین بیماری یعنی جنگ کے ذریعہ خونخواروں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی جنگ کو آگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر آخر کے جملے ہیں کہ "وہ کھڑا ہوا اور اُس نے زمین کو لرزہ دیا۔ اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اور پُرانی پہاڑیاں اسکے آگے دھس گئیں اسکی راہیں ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں"۔ یہ بالکل گہرے استعارات ہیں۔ "زمین کو لرزہ دیا" سے مراد ظاہری نہیں کہ حقیقتاً آپ کے کھڑے ہونے سے ایک ہولناک بھونچال سارے عالم میں آجاتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا دبدبہ اور شوکت سارے عالم میں پھیل جائے گی۔ جسکو آپ کے خلفاء کے ہاتھوں پورے ہوتے ہوئے سارے عالم نے دیکھ لیا۔ کہ کسقدر جلد معلوم شدہ دُنیا میں آپ کے دبدبے اور آپ کی شوکت کا شہرہ ہو گیا۔ پھر آنحضرت صلعم کے علاوہ کون نبی ہے گا جس نے خود اور جسکے جانشینوں نے اسقدر جلد دُنیا کو ہلا دیا؟ بیشک "اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا" کون ہے جس نے خود اور جسکے جانشینوں نے تمام عرب اور روم اور شام اور ایران بلکہ کل دُنیا کو اسقدر قلیل مدت میں فتح کر لیا؟ اور کون شک کر سکتا ہے کہ انھوں نے پیشگوئی کے مطابق تمام مقابلہ کرنے والی قوموں کو پراگندہ کر دیا؟ اور بڑے بڑے پہاڑوں یعنی قیصر و کسریٰ کی زبردست سلطنتوں کو صفحہ ہستی سے زاویہ عدم میں پہنچا دیا۔ اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کو بھی یعنی عرب اور آس پاس کی کل ریاستوں کو بھی اپنے تحت میں لے لیا۔ اور آپ کی شریعت قیامت تک قائم رہنے والی ہوئی جسکو بالفاظ "اُسکی راہیں ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں" بیان فرمایا۔

خدا رحمت کی بارشیں نازل فرمائے حضرت حبقوق علیہ السلام کی رُوح پاک پر کہ کس طرح اُنھوں نے صاف صاف خدا سے علم پاکر آنحضرت صلعم کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔

مگر تاہم خدا کی قدیم سنت کے مطابق اُس میں بھی استعارات اور اخفا کا پردہ ضرور تھا۔ کہ جسکی وجہ سے حق سے بھاگنے والی طبیعتیں ٹھوکر کھا ہی گئیں اور اب تک اِن کتابوں کے ماننے والوں کی آنکھیں اِس نور صداقت سے اندھی ہیں اور نہیں دیکھ سکتیں۔ یہودی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ کل باتیں موسیٰؑ کے جلال اور شوکت۔ دبدبہ اور سطوت کے بیان میں ہیں اور اُسی کی راہ آخری راہ ہے اور جتنے اسکے بعد آنیوالے تھے اور ہیں وہ سب اُسی کے پیرو ہیں۔ اور عیسائیوں کی بھی کہتے کہتے زبان خشک ہوئی ہے کہ یہ خداوند مسیح کی نسبت پیشگوئی ہے کہ ان میں سے بعض باتیں اُسکی پہلی آمد کے وقت پوری ہوئیں اور بقیہ باتیں بالکل ظاہر معنی میں اُسکی دوسری آمد کے وقت پوری ہونگی اور اسکی راہ آخری راہ ہے اور کسی دوسرے نبی کی اُسکے بعد آنے کی ضرورت نہیں +

ایک مثال پیشگوئی کی قرآن مجید سے

اب بطور مثال قرآن کریم کی ایک پیشگوئی پر بھی غور کرو۔ سورۂ دخان رکوع ۱۔ میں اللہ تعالےٰ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ ترجمہ۔ پس تو اُس دن کا منتظر رہ جس دن لا موجود کرے آسمان ایک ظاہر دھوآں جو چھالے لوگوں کو! یہ ہے عذاب دردناک (کہ کافر بھی کہہ اُٹھینگے) اے ہمارے پروردگار دور فرما ہم سے یہ عذاب۔ ہم ایمان لائے ہیں +

فَارْتَقِبْ کے معنے جیسا کہ بخاری شریف۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ دخان جزو ۲۰ صفحہ ۱۴/۷ مطبوعہ دھلی سے ثابت ہے فانتظر کے ہیں۔ یعنی اے رسول تو اُسی دن کا انتظار کر جبکہ آسمان سے دھوآں آئے گا اور لوگوں کو گھیرے گا یہ ایک دردو دینے والا عذاب ہوگا اور لوگ چلا اُٹھینگے اور ایمان لانے کے لئے طیار ہو جائینگے۔ اب دیکھئے کہ یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی ہے۔ آیا ظاہر معنی ہی میں پوری ہوئی ہے یا کچھ اور ہی اسکی حقیقت کھلتی ہے ظاہر الفاظ کا تو تقاضا یہ تھا کہ سارے جہان میں حقیقتاً ایسا دھوآں پھیل جاتا کہ لوگ اسکی بُو سے اور ہوا کی گندگی سے گھبرا اُٹھتے۔ تفاسیر والوں نے تو بڑی بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں

مگر بخاری شریف سے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اِن آیات میں جس دھوئیں کا ذکر ہے وہ ظاہری دھوآں نہ تھا بلکہ آنحضرت صلعم کی بد دُعا سے جو قریشیوں پر عذاب قحط نازل ہونیوالا تھا اُسی کی اِن الفاظ میں خبر دیگئی تھی۔ اور جب قحط آیا تو بھوک اور کمزوری سے اُن کو خلائے بسیط دھوآں کیطرح معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ دخان صفحہ ۷۱۴ جلد ۲ جزو ۲۰ میں اسی مضمون کی چند روائتیں ہیں جن میں سے ایک روایت نقل کرتا ہوں :-

"حدثنا یحییٰ قال حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق قال دخلت علی عبد اللہ فقال ان من العلم ان تقول لما لا تعلم اللہ اعلم ان اللہ قال لنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ان قریشا لما غلبوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستعصوا علیہ قال اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف فاخذتھم سنۃ اکلوا فیھا العظام والمیتۃ من الجھد حتی جعل احدھم یریٰ ما بینہ وبین السماء کھیأۃ الدخان من الجوع قَالُوْا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔ فقیل لہ ان کشفنا عنھم عادوا فدعا ربہ فکشف عنھم فعادوا فانتقم اللہ منھم یوم بدر فذلک قولہ تعالیٰ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ۔ الی قولہ تعالیٰ جل ذکرہ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ +

ترجمہ۔ حدیث بیان کی میرے پاس یحییٰ نے کہا انھوں نے کہ ان سے بیان کیا وکیع نے اور ان سے الاعمش نے اور ان سے ابی الضحیٰ نے اور ان سے مسروق نے کہ کہا انھوں نے کہ وہ گئے عبد اللہ کے پاس۔ تو فرمایا انھوں نے کہ تحقیق علم کی بات یہ ہے کہ جس چیز کو تم نہ جانو۔ کہو کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ تحقیق اللہ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ کہہ کہ نہیں چاہتا ہوں میں تم لوگوں سے اِس کا کوئی اجر اور نہیں ہوں میں تکلیف دینے والوں میں سے" یہ کہ قریش جب آنحضرت صلعم پر زیادتی کرنے لگے اور آپ پر ظلم پیرا ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے دُعا کی کہ اے میرے اللہ اعانت کر میری ان پر سات سال کے قحط کے ساتھ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس اُنپر قحط پڑا اور ان لوگوں نے بوجہ شدت کمزوری کے

ہڈی اور مردار تک کھایا۔ یہاں تک کہ اُن میں سے ہر ایک کو اُن کے اور آسمان کے درمیان بوجہ شدت بھوک کے دھوآں کی طرح معلوم ہونے لگا۔ تب "اُن لوگوں نے کہا کہ اے میرے رب ہٹا دے مجھ سے یہ عذاب ہم ایمان لے آئینگے" پس کہا گیا اُن کے لئے کہ اگر ہم ہٹائیں اُن سے تو وہ پھر جائینگے۔ پھر پکار اپنے رب کو پس ہٹایا گیا اُن سے پھر وہ لوٹ گئے پس بدلا لیا اُن لوگوں سے اللہ نے بدر کے دن۔ اِسی کے بارہ میں تھی وہ آیت کہ "یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ (تا) اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ" +

نہایت قابل غور مقام ہے کہ کہاں تو الفاظ قرآنی ہیں "دخان مبین" تھا۔ یعنی ظاہر دھوآں اور کہاں وہ ظاہر ہُوا خیالی دھوئیں کے رنگ میں جو قحط کی وجہ سے مارے بھوک اور کمزوری کے معلوم ہوتا تھا۔ اور پیشگوئی میں قحط کا یا اسکے دیگر عام لوازمات کا اشارہ تک نہ تھا۔ مگر پیشگوئی کی جو حقیقت ظاہر ہوچکی ہے اس لحاظ سے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا تاکہ سلیم فطرتیں تو فائدہ اُٹھائیں اور جو ضد اور تعصب کے اندھے کنوؤں میں ہیں وہ جھونک ماریں۔ اور وہ ایک ہی امر کسی کے لئے ہدایت کا موجب ہو اور کسی کے لئے گمراہی کا:-
"یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّ یَھۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا۔" (سورہ بقر۔ رکوع ۳) +

پیشگوئی کی مثال حدیث سے

اب ایک حدیث نبوی بھی ملاحظہ ہو:-

قال ابو موسیٰ عن النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب - بخاری جلد اول۔ جزو ۱۵۔ باب ہجرۃ النبی ص ۵۵ + ابن ماجہ باب تعبیر الرؤیا ص ۲۸۹ + مشکوٰۃ کتاب الرؤیا۔ فصل اوّل ص ۳۹۵ +

ترجمہ:- ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے نیند میں دیکھا کہ ہم مکہ سے ایسی زمین کیطرف ہجرت کر رہے ہیں جس میں کھجور ہیں پس میں نے سمجھا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر ہے پس ناگہاں وہ مدینہ یثرب نکلا +

پس صاف ظاہر ہے کہ اِس کشف کے دیکھنے کے بعد بھی آنحضرت صلعم یہی سمجھتے رہے کہ یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی اور ایسا ہی سمجھتے رہے جب تک کہ ہجرت کر کے مدینہ

تشریف نہ لے آئے ۔

یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کشف وخواب کی باتیں تھیں مگر نہیں آنحضرت صلعم کا خواب بھی وحی تھا (جیسا کہ حدیث مندرجہ مشکوٰۃ ۔ باب البعث وبدأ الوحی فصل اوّل ص۵۲۱ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا سے بھی ثابت ہوتا ہے) اس لئے جس طرح پیشگوئی کی ظاہر وحی کے لئے بھی ضرور نہیں ہے کہ وہ ظاہر لفظ ہی میں پوری ہو اسی طرح کشف وخواب کے لئے بھی ضرور نہیں ہے کہ وہ ظاہر صورت ہی میں پوری ہو اور اُسکی پوری حقیقت پوری ہونے کے قبل ہی معلوم ہو جائے ۔

مسیح کی آمد ثانی والی پیشگوئی بھی اسی نظر سے دیکھو

پس اب دیکھو کہ قرآن کریم وغیرہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور نبیوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ اس دُنیا میں کسی طرح لوٹ کر نہیں آ سکتا ۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اِس اُمت میں اخیر زمانہ میں خصوصیت سے ساتھ ایک مثیل مسیح کا بھی آنا ضروری تھا ۔ اور اب جبکہ پیشگوئیوں کی حقیقت بھی معلوم ہو چکی کہ ان میں اکثر گہرے استعارات ہوتے ہیں اور کچھ حقیقتیں ظاہر اور کچھ حقیقتیں پوشیدہ ہوتی ہیں تو ان حدیثوں کا جس میں مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر ہے جو بظاہر قرآن کریم کے خلاف نظر آتی ہیں سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے ۔

پیشگوئی کے اصل الفاظ

اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں جو ایک حدیث اس بارہ میں ہے اسکے یہ الفاظ ہیں :-

عن ابا هريرة قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و اما مكم منكم " (بخاری جزو ۱۳ جلد اوّل ۔ باب نزول عیسٰی بن مریم ص۴۹ ۔ مشکوٰۃ باب نزول عیسٰے علیہ السلام ص۴۸۰) ۔

ترجمہ ۔ یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب نازل ہوگا تم میں ابن مریم اور جو تم ہی میں کا تمہارا امام ہوگا "

ابن مریم سے کیا مُراد ہے

پہلا لفظ جو اِس میں قابل غور ہے وہ **ابن مریم** کا لفظ ہے جس سے لوگوں کو دھوکا لگتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی آجائینگے۔ مگر جبکہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح نہیں آسکتے بلکہ مثیل مسیح کے آنے کا اشارہ موجود ہے تو لامحالہ یہی سمجھا جائے گا کہ یہاں بھی **ابن مریم سے مثیل ابن مریم مُراد ہے** اور یہ اُسی طرح کا کلام ہے جیسا کہ حضرت ملاکی علیہ السلام کی کتاب سے دکھلا چکا ہوں کہ حضرت یحییٰ کے آنے کی خبر اس طرح دیگئی کہ حضرت الیاس آئینگے حالانکہ الیاس سے مثیل الیاس یعنی حضرت یحییٰ مُراد تھے۔ یا جیسے حبقوق نبی کی کتاب میں آنحضرت صلعم کا آنا خود خدا کا آنا بتایا گیا تھا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ صرف پاک مناسبت کی وجہ ایک کا نام دوسرے کے لئے بول دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح اِس حدیث میں بھی مثیل ابن مریم کو ابن مریم فرمایا گیا۔ اس حدیث کے یہ الفاظ کہ ”وہ تم ہی میں کا تمہارا امام ہوگا“ بھی صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کہیں باہر سے نہیں آئے گا بلکہ اِسی اُمت کا ایک خاص فرد ہوگا جو اپنے وقت کا امام ہوگا۔ اِس سے بھی بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے موعود کو صرف مماثلت اور مناسبت کی وجہ سے ابن مریم کہا گیا ہے +

نزول کا کیا مطلب

دوسرا لفظ جو کچھ قابل غور ہے وہ نزول کا لفظ ہے اور اِس لفظ سے بھی لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ **نزول** سے پایا جاتا ہے کہ آنیوالا حقیقتاً اوپر سے اُترے اور آسمان سے آئے۔ مگر نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ ہرگز نزول کے یہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ نزول کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز یا جو شخص خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے اُس بھیجنے یا ظاہر کرنے کو نزول کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً آنحضرت صلعم کے بارہ میں قرآن شریف میں آیا ہے:۔

”قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا ۙ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ“ (سورہ الطلاق رکوع ۲) ترجمہ۔ ہم نے اُتاری ہے ایک نصیحت۔ ایک رسول جو تم کو پڑھ سناتا ہے اللہ کی کھلی آیتیں +

اِس میں آنحضرت صلعم کی بعثت کو بھی لفظ نزول ہی سے بیان فرمایا ہے۔ پھر ساری

چیزوں کے بارہ میں فرماتا ہے:۔

"وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝"

(سورۃ الحجر رکوع ۲) ترجمہ۔ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا خزانہ ہمارے پاس نہ ہو اور ہم اُس کو تقسیم کرتے ہیں ایک معلوم شدہ انداز میں +

یہاں خدا تعالےٰ نے ہر ایک چیز کی تقسیم پر بندگان کو لفظ نزول ہی سے بیان فرمایا ہے۔ پھر کوئی بتا سکتا ہے کہ کل چیزیں جو بندوں کو خدا دیتا ہے وہ ظاہر طور پر آسمان سے یا کہیں سے اُترا کرتی ہیں؟ یا اسی دُنیا میں اُس کا مختلف طور پر سامان ہُوا کرتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اِس حدیث میں بھی نزول کے معنے صرف خدا کی طرف سے ہونے کے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ پھر احادیث میں مسیح موعود کے لئے **خروج** کا لفظ اور **بعثت** کا لفظ بھی آیا ہے۔ (دیکھئے۔ ابن ماجہ باب الآیات ص۳۰۲۔ مشکوۃ باب تقوم الساعۃ ص۴۸۱)

مسیح ناصری اور مسیح محمدی کے حلیوں میں اختلاف

پھر بخاری شریف میں جو حلیہ بیان ہُوا ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ:۔

(الف) حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو آنحضرت صلعم نے معراج کی شب میں دوسرے انبیاء کے ساتھ آسمان پر دیکھا تو وہاں آپ نے بیان فرمایا کہ:۔

"فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر" (بخاری شریف جلد اوّل۔ جزو ۱۳ باب واذکر فی الکتٰب مریم ص۴۸۹) ترجمہ۔ "پس عیسیٰ علیہ السلام سُرخ رنگ۔ گھونگروالے بال اور فراخ سینہ تھے" +

اور اسی حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کو گندمی رنگ اور بھاری جسم بیان فرمایا ہے +

(ب) دوسری حدیث میں جو آنیوالے **مسیح** کا حلیہ **دجّال** کے ساتھ بیان ہُوا ہے وہاں بیان ہے کہ:۔

"رجلٌ آدم سبط الشعر" (بخاری شریف جلد اوّل۔ جزو ۱۳۔ باب واذکر فی الکتٰب مریم ص۴۸۹) ترجمہ۔ "ایک گندم گون آدمی جس کے سیدھے بال

کاندوں تک لٹکے ہوئے ہونگے +

پس ان بخاری کی احادیث سے بھی کیسے بیّن طور پر ثابت ہے کہ گزشتہ مسیح اور آنیوالے مسیح دونوں دو شخص ہیں۔ اور آنیوالے مسیح کا جو حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے وہ حضرۃ مرزا صاحبؑ پر صادق آتا ہے جسکی تصدیق دیکھنے والوں اور ایک حد تک فوٹو سے ہو سکتی ہے +

وجوہ مماثلت

اب یہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مماثلت و مناسبت جو مسیح علیہ السلام سے ہے اُس کو بھی مختصراً لکھ دیتا ہوں تا معلوم ہو کہ خدا تعالےٰ نے بلا وجہ مثیل مسیح نہیں ٹھیرایا ہے۔ مگر ساتھ ہی کچھ ان مماثلتوں کو بھی سُن لو۔ جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی جسکی وجہ سے آنحضرۃ صلعم کو تورات میں اور پھر قرآن کریم میں مثیل موسیٰ ٹھیرایا گیا ہے +

مماثلت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم به حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۱) جیسے موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی و رسول تھے ویسے ہی بلکہ بہت بڑھ کر آنحضرت صلعم بھی صاحب شریعت نبی و رسول ہوئے +

(۲) جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی ویسے ہی آنحضرت صلعم نے +

(۳) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کفار کے ساتھ جہاد کی ضرورت ہوئی ایسا ہی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی +

(۴) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں حکومت قائم کی ویسا ہی آنحضرت صلعم نے بنی اسماعیل میں حکومت قائم کی مگر شوکت میں کہیں بڑھ کر +

(۵) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک فتح کئے اُسی طرح آنحضرت نے بھی +

(۶) جس طرح حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے متفرق اور اسیر اقوام کو ایک آزاد اور متحد قوم بنا دیا۔ ایسا ہی آنحضرت صلعم نے بنی اسماعیل کی متفرق جماعتوں کو

جو آپس کے نفاق کی اسیر تھیں ایک کر دیا +

(۷) جیسے حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی تجدید کے لئے غیر تشریعی ماموراور دوسرے مجدّدین آتے رہے اُسی طرح اس امت میں بھی ایسے پاک اور مطہّر ماموراور مجددین تجدید کے لئے آتے رہے +

مماثلت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام به حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

(۱) جیسے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بنی اسرائیل کے گھرانے کے سب سے بڑے رسول کی شریعت کے تابع تھے ایسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بنی اسماعیل کے گھرانے کے بلکہ دُنیا کے تمام رسولوں سے افضل رسول صلعم کی شریعت کے تابع و اُمتی ہوئے +

(۲) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے ایسے ہی حضرت مسیح موعودؑ بھی چودھویں صدی میں آئے +

(۳) جس طرح حضرت مسیحؑ کو جنگ و جدل کے لئے مجبور رہنا پڑا۔ اُسی طرح حضرة مسیح موعود کو بھی +

(۴) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام پر علمائے وقت نے کُفر کا فتوےٰ لگایا۔ اسی طرح یہاں بھی علمائے وقت نے کہا +

(۵) جس طرح مسیح علیہ السلام کے وقت میں ایک غیر ملکی امن پسند اور پابند قانون سلطنت تھی یعنی رومیوں کی۔ اُس سے کہیں بڑھ کر امن پسند اور قانون کی پابند غیر ملکی حکومت یعنی سلطنت برطانیہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی موجود ہے +

(۶) جس طرح مسیح علیہ السلام دشمنوں کے ظلم سے عدالتوں میں حاضر ہوئے اُسی طرح حضرت مسیح موعودؑ بھی عدالتوں میں حاضر ہوئے (دیکھو انجیل۔ اور کتاب البریہ) +

(۷) جس طرح آخر کار حضرت مسیح کے دشمن خائب و خاسر ہوئے اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے دشمن بھی خائب و خاسر ہوئے +

(۸) جیسے مسیح علیہ السلام کی نسبت یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۱۱- اور آیت ۴ میں بطور پیشگوئی لکھا تھا کہ مسیح اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا- ایسا ہی احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے دم سے کفار ہلاک ہونگے چنانچہ مسیح موعود کی دعا سے بھی بہت سے دشمن ہلاک ہوئے جنکی ہلاکت کی قبل از وقت اطلاع بھی دیگئی (دیکھو تریاق القلوب وحقیقۃ الوحی وغیرہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام) +

ایک سرگروہ صوفیائے کرام کا عقیدہ دربارۂ نزول مسیح

اب قبل اسکے کہ میں چند دوسری احادیث پر بحث کروں میں ایک عارف باللہ حقیقت آگاہ حضرت شیخ الاکبر علامہ محی الدین ابن عربی سرگروہ صوفیائے کرام کی تفسیر سے بھی دکھلاتا ہوں کہ نزولِ عیسیٰ ابن مریم کی یہی حقیقت ہے کہ حضرت مسیح سے ایک گہرا تعلقِ مماثلت رکھنے والا شخص اخیر زمانے میں آنے والا تھا چنانچہ آپ اپنی تفسیر میں زیر آیت - بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ الی قولہ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ (سورۂ نساء) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"رفع عیسٰی علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی" (تفسیر مذکور جلد اول صـ۱۶۵) +

ترجمہ- رفع کیا عیسیٰ علیہ السلام کو یعنی اتصال بخشی اُنکی رُوح کو بوقت مفارقت عالم سفلی سے عالم علوی کی طرف" +

پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں:-

"وجب نزولہ فی اٰخر الزمان بتعلقہ ببدن آخر" ترجمہ- واجب ہوا کہ اُن کا نزول ہو آخر زمانہ میں دوسرے بدن کے تعلق ومناسبت کے ساتھ" +

مشکوٰۃ کی ایک حدیث کا صحیح مطلب

اکثر مشکوٰۃ کی ایک حدیث پیش کیجاتی ہے اور اُس سے دکھلایا جاتا ہے کہ "مسیح ابن مریم نازل ہونگے دمشق سی پورب سفید منارہ کے پاس دو چادروں میں دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے وغیرہ وغیرہ" مگر اب جائے غور ہے کہ:-

(۱) قرآن کریم اور بخاری شریف کی اصح احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی اُمت کا ایک امام ہوگا نہ کہ خود مسیح علیہ السلام۔ پس اس حدیث میں بھی مسیح ابن مریم سے مثیل ابن مریم ہی مُراد ہوگا جیسا کہ میں ثابت کرچکا ہوں۔ اور نزول سے بھی نزول رُوحانی ہی مُراد ہے نہ کہ ظاہری۔ ورنہ قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی اور ایمان بالغیب کے بھی خلاف ہوگا +

(۲) تو جب نزول رُوحانی ثابت ہے تو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترنا وغیرہ بھی محض استعارات ہیں نہ کہ ظاہر ظاہر فرشتوں کا نظر آنا جو بالکل قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

" قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ (سورۃ الفرقان رکوع ۳) ترجمہ۔ وہ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہیں کہ جب تک فرشتے ہمارے پاس نہ اُتر آئیں یا ہم خود خدا کو نہ دیکھ لیں (ہم ہرگز ایمان نہ لائینگے) بیشک وہ اپنے نفس کے اندر استکبار سے کام لیتے ہیں۔ اور ایک شدید گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں جسدن وہ فرشتوں کو دیکھ لینگے اُس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی خبر باقی نہ رہے گی اور وہ کہینگے کہ کاش یہ ہم سے بہت دُور ہی رہتا " +

اللہ اللہ کس طرح قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ قیامت کے قبل بھی ایک وقت فرشتے اپنی اصلی صورت میں ظاہر ظاہر اُترتے نظر آجائینگے۔ معاذ اللہ کفارانِ مکہ ہی کی طرح حضرت مسیح موعود پر اور اُنکی جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب تک فرشتوں کو اُترتا ہُوا ہم نے نہیں دیکھا ہم کیونکر ایمان لائیں؟ افسوس کہ ذرا بھی نہیں سوچتے کہ اگر فرشتے عام طور پر ظاہر ظاہر اُترتے نظر ہی آجائینگے تو پھر ایمان کا کیا فائدہ ہوگا اور کس ایمان کا اجر ملے گا! پس فرشتوں کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے اُترنے کے معنے بجز اسکے کچھ نہیں ہوسکتے کہ مسیح موعود کو خدا تعالےٰ کیطرف سے خاص دو فرشتوں

کی تائید اور نصرت عطا ہوگی۔ چاہیئے وہ حقیقتاً فرشتے ہی ہوں یا دو فرشتہ صفت انسان ہوں +

(۳) ہاں تیسری بات یہ کہ وہ "**دمشق** سے پورب سفید منارہ کے پاس نازل ہوگا" مگر جہاں حدیثوں میں دمشق سے پورب نازل ہونے کی خبر ہے وہاں ایک صحیح حدیث میں بیت المقدس میں نازل ہونا بھی بتایا گیا ہے جو دمشق سے پچھم واقع ہے (دیکھو سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰) اب دونوں امر صحیح اُسی حالت میں ہو سکتے ہیں جب اِسکی ظاہری حقیقت نہ لی جائے بلکہ جس طرح پیشگوئیوں میں اکثر ہوا کرتا ہے کہ کسی خاص خصوصیت سے لطیف اشارہ کے ساتھ ایک مقام کا نام الٰہی کلام میں دوسرے مقام کے نام پر رکھ دیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہو۔ جیسا کہ حضرت حبقوق علیہ السلام کی پیشگوئی[لے] میں مکہ کی وادیوں کا نام تیمان کی وادی جو شام میں ہے رکھ دیا گیا تھا۔ مگر وہاں یہ اشارہ موجود تھا کہ لفظ تیمان کے اندر ہی یہ معنے رکھے ہوئے تھے کہ اُسکے معنے دکن کے تھے جس سے سلیم فطرت انسانوں کے لئے بیّن اشارہ ہوا کہ جس شہر یا جس وادی کا نام خدا نے اپنے کلام میں تیمان رکھا ہے وہ اصل تیمان سے آخر دکن ہی سمت میں محض دو چار دقیقے کے فرق سے نکلا۔ اِسی طرح حدیث زیر بحث میں یہ لطیف اشارہ فرمادیا کہ وہ سفید منارہ (منارہ کے معنے ہیں روشنی کی جگہ) یعنی جہاں سے رُوحانی روشنیاں ظاہر ہونگی کہ جس جگہ مسیح موعود ظاہر ہوگا وہ دمشق سے پورب ہوگا۔ اسی لئے شرقی دمشق فرمادیا۔ چونکہ لفظ دمشق میں تیمان کیطرح کوئی ایسے معنی پوشیدہ نہ تھے[ہے] اِس لئے صاف لفظ شرقی یعنی پورب کا آنحضرت صلعم کی زبان پر خدا تعالےٰ نے جاری کرادیا۔ اور ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ تیمان سے چندہی دقیقوں کے فرق پر ٹھیک دکھن سمت میں مکہ واقع ہے۔ اُسی طرح قادیان بھی دمشق سے ٹھیک پورب رخ واقع ہے (صدقت یا رسول اللہ! کیسا تیرا کلام سچ ہوا ہے! ہاں اسی طرح ٹھیک اُسی طرح سچ ہوا ہے جس طرح پچھلے نبیوں کا کلام تیرے لئے سچ ہوا تھا۔ مگر ہر دو صورتوں میں اُسی کے لئے جو سلیم فطرت رکھتا ہے تاکہ ایمان بالغیب کا اجر بھی ضائع نہ ہو) پس اسی طرح اُس رُوحانی روشنی کے مقام کو جہاں مسیح موعود ظاہر ہونے والا تھا اگر دمشق سے

لے اجبار طور فرقوس اور فطرت کریں۔ (ایڈیٹر)

ہے حضرت اقدس نے قادیان کی مماثلت دمشق سے ثابت بھی فرمائی۔ (ایڈیٹر)

پورب بتایا تو اُس کو بیت المقدس یعنی مقدس گھر بھی فرما دیا! اور حقیقت میں جہاں خدا کا مامور ظاہر ہو وہ مقدس گھر نہو تو اور کون ہو؟ پس اس طرح الحمدللہ کہ دونوں صحیح حدیثوں کا مطلب بھی معلوم ہو گیا اور کسی حدیث کو رد کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی! +

پھر اس پر بھی غور کرو کہ آنحضرت صلعم کو جو وحی منام ہجرت کے مقام کے بارہ میں ہوئی تو آپ اُس مقام کو یمامہ یا ہجر سمجھتے رہے مگر وہ مدینہ نکلا! اُسی طرح مسیح موعود کی پیشگوئی میں جو مقام آپ کو دکھلایا گیا اس کو آپ بیت المقدس یا دمشق سمجھتے رہے مگر وہ قادیان نکلا! ٹھیک جس طرح ہجرت کے مقام کے بارہ میں آپکا خیال دو شہروں کیطرف جاتا تھا یعنی یمامہ اور ہجر اور ظاہر ایک تیسرا شہر یثرب ہوا- اسی طرح مسیح موعود کے ظاہر ہونے کے مقام کے بارہ میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خیال دو شہروں کی طرف جاتا تھا یعنی دمشق اور بیت المقدس مگر وہ بھی تیسرا یعنی قادیان نکلا! اگر ٹھیک مقام خدا نے بتلایا ہوتا تو حضور اُسی ایک مقام کو فرماتے - نہ کہ کبھی وہ- اور کبھی وہ- مگر صدقے جائیے خدائے پاک کے کہ کس طرح اُس نے شرق دمشق آپ کی زبان پر جاری فرما کر اصل مقام کیطرف لطیف اشارہ فرما دیا-

مشکوٰۃ کی دوسری حدیث

مشکوٰۃ شریف کی دوسری حدیث سے یہ دکھلایا جاتا ہے کہ "وہ آنے والا موعود حکم عادل[1] ہوگا اور صلیب[2] کو توڑے گا اور سؤر[3] کو مارے گا اور مال[4] دے گا مگر کوئی نہیں لے گا- اور جزیہ[5] کو اُٹھا دے گا" بیشک یہ پانچوں باتیں بھی حضرت مسیح موعود پر صادق آتی ہیں +

(۱) پہلی بات کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کریگا- اسمیں کیا شک ہو سکتا ہے کہ جن مسائل دینی میں مسلمانوں کے اندر اختلافات ہیں اُن کا فیصلہ کس انصاف اور راستی کے ساتھ آپنے فرمایا ہے کہ جو آپ کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے- سینکڑوں ایسے اختلافی مسائل تھے کہ جنکی گتھی سلجھنی مشکل نظر آتی تھی اُن مسائل کو پانی کیطرح صاف کر دیا اور ایک کثیر جماعت اُن چشموں سے سیراب ہونے لگی +

(۲) دوسری بات کہ وہ صلیب کو توڑے گا- اسکے ظاہر معنی کہ ڈھیلوں کی طرح کلہاڑی لیکر صلیب کی لکڑیوں کو توڑتا پھرے گا یہ معنی تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتے- بس لامحالہ اسکے

رُوحانی معنے ہی لینے پڑینگے کہ جس کے یہ معنے ہیں کہ ایسی باتیں اور ایسے امور ظاہر کرنے کہ جن سے مذہب صلیب پرستی کا ردّ ہوتا ہو۔ سو اِس امر سے کون واقف نہیں کہ صلیب پرستی کے مذہب کا دار و مدار عیسٰی علیہ السّلام کے زندہ ہوکر آسمان پر چلے جانے اور خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھ جانے پر ہے۔ جس میں بدقسمتی سے اکثر مسلمان بھی ایک حد تک شریک ہوگئے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے مسیح علیہ السّلام کی وفات اور اسی دُنیا میں مدفون ہونے کے ایسے زبردست دلائل قرآن کریم اور اناجیل۔ تاریخ اور دوسرے ذرائع سے دیئے اور اس قدر اشتہارات اور تصنیفات انگریزی۔ اُردو وغیرہ زبانوں میں اس مسئلہ پر شائع فرمائے کہ اب عیسائی قوم احمدی جماعت سے گفتگو نہیں کرسکتی اور پناہ مانگتی ہے +

(۳) تیسری بات کہ سؤر کو مارے گا۔ اِس کے بھی ظاہر معنی کہ سوروں کا شکار جنگل جنگل اور صحرا صحرا کھیلتا پھرے گا تو کسی طرح درست نہیں ہوسکتے۔ پس اِس کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خنزیر فطرت انسانوں کو وہ ہلاک کرے گا۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اُس موعود کے دم سے کفار مرینگے۔ پس یہاں بھی قتل خنزیر کے یہی معنے ہیں کہ خنزیر صفت انسان اُس کے مقابلہ میں آکر اُس کی دُعاؤں کے ذریعہ بطور نشان صداقت ہلاک ہونگے جسکی کثیر مثالیں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ (دیکھئے تریاق القلوب۔ حقیقۃ الوحی وغیرہ کتب کو) +

(۴) چوتھی بات کہ وہ روپیہ دے گا مگر لوگ اُس کو نہیں لینگے یہ آنحضرت صلعم کے پاک مُنہ کی پیشگوئی بھی بیّن طور پر پوری ہوئی۔ کہ اُس کے غلام نے بہت ساری کتابیں اپنے آقا کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اور صداقت اسلام ظاہر کرنے کے لئے لکھکر مقابلہ پر مخالفین اسلام اور اندرونی بدانجام لوگوں کو بُلایا اور چیلنج دیا کہ ان کتابوں کا مقابلہ کرو۔ اگر تم سچے ہو اور اگر تم مقابلے میں پورے اُتر آئے تو ہم سے اتنا اتنا روپیہ لو۔ جس کی تعداد بعض صورتوں میں دس دس ہزار تک بھی مگر روپیہ لینا تو درکنار کسی کو ہمت مقابلہ بھی نہ ہوئی (دیکھو براہین احمدیہ۔ نور الحق۔ اعجاز المسیح۔ اعجاز احمدی

وغیرہ کتب مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ کو۔+)

(۵) **پانچویں** بات کہ وہ جزیہ کو اُٹھا دے گا۔ اِس کے معنی ظاہری ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جزیہ کا لینا قرآنی حکم ہے۔ پھر کس کی مجال ہے کہ اِس حکم کو منسوخ کردے اور اپنی نئی شریعت چلائے۔ پس اِس کے صاف اور صریح معنے یہ ہیں کہ وہ موعود ایسی خلافت لے کر آئے گا کہ جس کو ظاہری حکومت سے سروکار نہ ہوگا۔ اِس کے اُسکو جزیہ لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ورنہ جس خلیفہ کے ہاتھ میں ظاہری حکومت بھی ہو اُسکی کیا مجال ہے کہ اِس حکم قرآنی کو ٹال دے اور اپنے ملکوں سے جزیہ کو اُٹھا دے۔ ہاں کوئی خودساختہ خلیفۃ المسلمین ایسا کرے تو کردے مگر خدا کا قائم کردہ خلیفہ ایسا نہیں کرسکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اُس موعود کے وقت میں مسلمانوں کے سوا جتنی قومیں ہیں وہ مسلمان ہو جائینگی اور جو مسلمان نہ ہونگی وہ قتل کردی جائینگی پھر جزیہ کس سے لیا جائے گا۔ تو یہ کارروائی بھی قرآن کریم کے بالکل خلاف اور اُس کے حکم کے تضاد میں واقع ہوگی۔ کیونکہ قرآن کریم میں غیر مذہب والوں سے صلح کرنے اور جزیہ لے کر اُن کو امن دینے کا صریح حکم موجود ہے اور اِسی پر آنحضرت صلعم اور سارے خلفائے راشدین کا عمل رہا ہے۔ پھر یہ کیسا خلیفہ آئے گا کہ قرآن کے حکم کو ٹال دے گا اور نئی شریعت چلائے گا۔ پس جزیہ اُٹھا دینے کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ بجز اِس کے کہ اس کو ظاہری حکومت سے سروکار ہی نہ ہوگا۔ اِس لئے اُس کو جزیہ لینے کی ضرورت بھی نہ ہوگی +

خاکسار

سید وزارت حسین احمدی

اگر آپ چاہتے ہیں کہ تشحیذ جاری رہے۔ تو اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کریں۔ اور ایک ایک خریدار دیں۔ ورنہ حالت نازک ہے ❊

معارف قرآن

(فرمودۂ سیدنا و امامنا خلیفۂ ثانی صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ)

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ

مافی انفس سے مراد خواطر قلب نہیں یعنی ایسے خیال نہیں جو آنی طور پر بطور وسوسہ آتے اور گذر جاتے ہیں بلکہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ نے بتادیا کہ ایمان یا کفر کے عقائد مراد ہیں جو مرکوز خاطر ہوتے ہیں اور جن کا اثر انسان کے جوارح و اعمال پر پڑتا ہے۔ اَوْ تُخْفُوْهُ میں ان لوگوں کا رد ہے جو ایسوں کی نجات کے قائل ہیں جو دل میں کفریہ عقائد رکھتے ہوں مگر بظاہر نماز روزہ کرتے ہوں +

وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

جب اللہ تعالےٰ سے کوئی کتاب آئے گی تو لامحالہ اس کا لانے والا رسول ہی ہوگا۔ پس صاحب شریعت رسول کا ذکر تو اسی میں آگیا۔ مگر چونکہ ایسے رسول بھی ہوتے ہیں جو کسی قسم کی شریعت نہیں لاتے نہ اگلے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں اس لئے الگ فرمایا ورسلہ +

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

یعنی مومنین نہ صرف صاحب شریعت رسولوں پر بلکہ ان رسولوں پر بھی جو شریعت نہیں لائے۔ ایمان لاتے ہیں اور ان دونو پر ایمان لانے کے بارے میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتے (وَلَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ) یعنی یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ صاحب شریعت پر ایمان لانا تو ضروری ہے اور اس کے نہ ماننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے مگر غیر صاحب شریعت رسول و اُمتی نبی و ظلی نبی (جس کی نبوت بہ طفیل و بہ افاضہ آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم ہو) پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ بلکہ وہ سب خدا کے فرستادوں پر یکساں ایمان رکھتے ہیں۔ باقی درجہ میں تو ایک رسول دوسرے سے بڑھ کر ہوتا ہے +

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

لایکلف کے معنے تکلیف نہیں دیتا۔ وہی کرتے ہیں جو عربی زبان سے ناواقف ہیں۔ اس کے معنے ہیں کام سپرد نہیں کرتا۔ اسکے ذمے نہیں ڈالتا +

لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے میری اُمت سے نسیان و خطا معاف ہے پھر یہ دُعا کیسی۔ جواب یہ ہے۔ کہ نسیان و خطا دو قسم ہے ایک وہ جو کہ معاف ہے۔ مگر بعض امور ایسے ضروری اور ایمان کے ساتھ بطور لازم وملزوم ہوتے ہیں کہ ان کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ ان کا بھُلا دینا محض غفلت یا بے پروائی سے ہوتا ہے۔ اس پر مؤاخذہ ہوتا ہے اس لئے دُعا کی گئی کہ مواخذہ نہ ہو۔ اسی طرح ایک خطا اجتہادی ہوتی ہے مثلاً وضو کی آیت ہے۔ ایک شخص نیک نیتی سے پورے طور پر غور کرکے اِس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا چاہیئے۔ تو چونکہ یہ محل آیت دو معنوں کا محتمل ہے اس لئے ایسی خطا پر مؤاخذہ نہ ہوگا مگر بعض ایسے امور ہیں کہ وہاں خطا بغیر غفلت یا بے پروائی کے یا بجز کسی ابتدائی نافرمانی کے نہیں ہوسکتی۔ اس پر مؤاخذہ ہوگا۔ اس سے بچنے کے لئے یہ دُعا کی جاتی ہے +

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا

یعنی اے ہمارے رب ہم کوئی ایسا عہد نہ کریں جسے توڑ کر ہم مستوجب سزا ہوں جیسے کہ پہلے لوگ توڑ کر سزا پاتے رہے یہ مُراد ہرگز نہیں کہ پہلے لوگوں سے ایسے عہد لئے جاتے رہے اور اُن پر ایسے شریعت کے احکام نازل ہوتے رہے کہ ان کا بجالانا انسان کے حیطۂ امکان سے باہر تھا۔ اس طرح پر تو خدا تعالےٰ ظالم اور غیر منصف ٹھہرتا ہے یہ تو ایک دُعا کا طریق ہے۔ بندہ اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتا ہے کہ اے مولیٰ ایسا عہد جس کے توڑنے پر سزا ہو (یہ اصر کے معنے ہیں) نہ لگا۔ یعنی ہمیں توفیق بخش کہ ہم جو پختہ عہد تجھ سے کریں اسے نباہیں +

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ؕ

جو لوگ وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ہم پر بارِ گراں نہ ڈال۔ یعنی کوئی سخت ناممکن العمل حکم نہ دے جیسا اگلوں کو دیا۔ وہ غور کریں کہ مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ میں پھر تکرار لازم آتا ہے یعنی پہلے کہا ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جو ہم اٹھا نہیں سکتے۔ اور پھر بھی یہ کہا کہ جو ہماری طاقت میں نہیں وہ ہمارے ذمے نہ لگا۔ اس میں یہ استدعا کی گئی ہے کہ ہم مشقت میں نہ پڑیں۔ لفظی طور پر تو یہ معنے بنتے ہیں کہ جس چیز کی ہمیں طاقت نہیں وہ ہمارے ذمے نہ ڈال۔ مگر اللہ تو ایسا کرتا نہیں۔ پس اس کے معنے محاورۂ زبان سے کھلتے ہیں ایک شعر ہے ؎ ولیس یبین فضل المرء الا۔ اذا کلفته مالا یطیق ٭ جس امر کو انسان مشقت میں پڑ کر سرانجام دے اسے مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ کہتے ہیں۔ پس دعا یہ ہے کہ ہم مشقت میں نہ پڑیں۔ ہمارے ذنوب اور ہماری کمزوریوں سے درگذر فرما۔ جو کسر تیری طاعت میں رہ جائے اسے معاف فرمائے۔ دوم بعض اوقات گناہ معاف ہو جاتا ہے مگر بدنامی تو رہ جاتی ہے۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ پردہ پوشی کر یہاں تک کہ لوگوں میں بھی اس گناہ کا ذکر مذاکرہ نہ رہے۔ اور پھر اور بھی رحم کر کہ نہ صرف مجھے پاک کر۔ بلکہ ہم سب کو پاک کرنے کی توفیق دے کہ ہم دوسروں کو پاک کریں اور ہم اپنے مخالفوں پر غالب آئیں ٭

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

اس سے پہلے اس سوال کا جواب کہ ہم کیا خرچ کریں۔ یہ دیا جا چکا ہے کہ "عفو" عفو کے معنے ہیں زائد اور یہ زائد دو قسم ہے جو حاجت و ضرورت سے بچ جائے۔ (۲) جو کام کا نہ ہو۔ اور تیسرے معنے اس کے یہ ہیں بہتر سے بہتر چیز۔ اب ان سب باتوں کو ایک لفظ میں ادا کر دیا کہ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ۔ یعنی سب مال دیدیتے ہیں۔ یا اس کا حصہ۔ یہ دونوں پر مشتمل ہے کیونکہ جب ہم کہیں زید کو بند کر دیا تو سمجھا جائے گا کہ سب کا سب۔ لیکن اگر کہا جائے کہ زید کو مارا۔ تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جسم کے ہر ایک حصہ پر مارا

اسی طرح انفاق مال علم سے۔ تمام پر بھی بولا جائے گا۔ اور اس کے ایک حصہ پر بھی ٭

(۲) اَمْوَالَهُمْ۔ میں ھُمْ سے ناجائز مال کی نفی کردی۔ یعنی یہ نہیں کہ ناجائز طور پر مال حاصل کر کے پھر خدا کے نام دیا جائے بلکہ محنت سے کسب حلال کرکے۔ پھر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ٭

(۳) بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ ظلمت اور نور کو مصیبت اور خوشی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ عسر و یسر میں اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں (۲) الَّيْل کو مقدم رکھنے میں دو حکمتیں ہیں۔ ایک تو یہ لیل کے وقت انفاق ریا سے خالی ہوتا ہے دوم۔ رات کے وقت نیند سے اُٹھ کر کسی مصیبت زدہ کی مدد بہت بڑے عزم کا کام ہے٭

(۴) پھر لیل و نہار کے مقابل میں سرّ و علانیہ رکھا۔ سر کو مقدم کیا سکہ اس میں علانیہ سے ایک خاص بات بھی ہے جیسا کہ اس سے پہلے فرمایا۔ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ یعنی صدقوں کا ظاہر دینا اچھی بات ہے اور اگر تم اسے چھپا کر محتاجوں کو دو۔ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپ دے گا۔ یعنے جیسے تم نے ایک غریب کی پردہ پوشی کی اور اسکی غربت کو ظاہر نہونے دیا۔ اسی طرح خدا تمہاری پردہ پوشی اور ستر عیوب کرے گا ٭

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ ل۔ فائدہ اور تخصیص کے لئے آتا ہے۔ اس میں یہ بتایا کہ اجر جو اِن کو ملے گا۔ یہ ان کا حق ہوا۔ اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائینگے۔ دُنیاوی بادشاہوں کے انعام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انعام لینے والے کو اس سے متمتع ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ مثلاً جنگ میں بعض کو تمغے مرنے کے بعد ملتے ہیں یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ انعام ملا۔ مگر بوجہ موت یا کسی خوفناک بیماری کے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا ٭

عِنْدَ رَبِّهِمْ اوّل۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ ان پر کسی انسان کا احسان نہوگا

بلکہ ان کے رب کا ہوگا +

دوم یہ کہ انعام وسیع ہوگا کیونکہ دینے والا رب ہے وہ تو پہلے ہی بہت انعام کرتا ہے۔ اب جو اجر دے گا۔ تو وہ کس قدر بڑا ہوگا +

سوم یہ کہ حق تو اللہ کا بندے پر ہے مگر یہاں فرمایا کہ اللہ جو کچھ دے گا بندے کا حق بنا کر دے گا +

چہارم یہ کہ جو کچھ دے گا وہ بندے کے حق میں مفید ہوگا۔ کیونکہ وہ بچپن سے پرورش کرتا آتا ہے۔ اس لئے وہ خوب جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے کیا کچھ مفید ہوگا +

پنجم اس میں ایک اور بشارت ہے کہ یہ انعام جو ملے گا تو رب کے پاس ملے گا۔ یعنے انعام ملے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا تک پہنچ جاؤ گے اور اس کے قرب سے سرفراز کئے جاؤ گے۔ دنیا میں بھی یہ دستور ہے کہ بادشاہ کی طرف سے جو خطاب دیا جاتا ہے وہ کسی افسر کی معرفت پہنچا دیا جاتا ہے مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انھیں خود بادشاہ اپنے حضور بلا کر اپنے ہاتھ سے تمغہ پہناتا ہے +

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مال خرچ کرنے کے بعد دو حالتیں ہو سکتی ہیں ایک آیندہ ضرورت پر کیا ہوگا۔ دوم مال خرچ کر کے پچھتانا کہ یہ ضائع ہی گیا۔ فرمایا۔ ان لوگوں میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں +

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا

یَاْكُلُوْنَ فرمایا یَاْخُذُوْنَ نہ فرمایا۔ اس میں دو حکمتیں ہیں۔ اکل الشئے کسی دوسرے کی چیز پر قبضہ کرنے کو کہتے ہیں (۲) واپس نہ لوٹ سکے۔ ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں کہ وہ تو مال کھا گیا۔ یا ہضم کر گیا۔ بس یہ جتانا مقصود ہے کہ یہ ربوا خود اس کا مال نہیں بلکہ غیر کا مال ہے۔ جس پر وہ بیجا قبضہ کرتا ہے +

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

شیطن کہتے ہیں شر والی چیز کو مس کے

معنے جنون۔ پس فرمایا کہ سود خوار خبط والی چیز جس سے مراد یہاں جنون ہے اس سے گرنے والے کیطرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی یا سود دینے سے ہوئی یا سود لینے سے۔ یہ کہنا کہ غیر مسلم قومیں سود خواری سے ترقی کر رہی ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ حکم مسلمانوں کے لئے ہے پس جسکے لئے حکم ہے اسی کو نافرمانی کی سزا ملیگی + دوم ایک شخصی تباہی ہوتی ہے۔ ایک قومی تباہی۔ ہر ایک بات اپنے وقت پر ہوتی ہے پس اعتراض قبل از وقت ہے +

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

عقل بھی کہتی ہے کہ بیع اور ربوا ایک نہیں۔ پھر جب خدا نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام کیا ہے تو ضرور اس میں فرق ہونا چاہیئے +

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ

بدقسمت مسلمانوں نے اپنے تنزل کا علاج یہ سوچا ہے کہ سود لیا جائے مگر خدا تعالےٰ نے فرما دیا ہے کہ جب ایسا زمانہ آئیگا کہ مسلمان تنزل میں ہونگے تو اسوقت وہ قوم بڑھے گی کہ جو صدقات دینے والی ہوگی +

اس پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ سود کے بارے میں تو مشاہدہ ہے کہ بڑھتا ہے پھر اسکی نسبت گھٹنے کا لفظ کیسے بولا جا سکتا ہے اس کا جواب كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ میں دیدیا ہے کہ وہ آدمی جو اللہ کا نافرمان اور زیادتی کرنیوالا ہے۔ نہ صرف خود خدا کے حکم کو توڑتا ہے اور دوسرں کو دکھ پہنچاتا ہے۔ اس لئے سزا ملے گی +

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا

بعض لوگ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ راس المال بھی صدقہ کر دو۔ تو بہتر۔ مگر یہ اُس صورت میں ہوتا کہ اِنْ ہوتا۔ اصل میں پچھلے مضمون کو دُہرایا ہے کہ ہر چند ربوا خوار دوسرے کا مال خود لیتا ہے اور صدقہ دینے والا اپنا مال دوسرے کو دیتا ہے مگر پھر بھی صدقہ دینا بابرکت ہے +

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ

اس میں یہ بتایا کہ جیسے تم نے اپنا قرض کسی سے وصول کرنا ہے۔ ایسا ہی تم سے بھی خدا نے قرض لینا ہے وہ قرض کیا ہے دی ہوئی طاقتیں۔ قوٰی +

پس اگر تم فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ - کی تعمیل میں اپنے قرضداروں سے قرض وصول کرنے میں ڈھیل کرو گے تو خدا بھی قرض وصول کرنے میں ڈھیل سے کام لے گا - عمر بڑھا دے گا - جس سے تمہیں تلافی مافات کا اچھا موقع ملے گا ۔

(۲۷ - مئی ۱۹۱۵ء)

ماہِ رمضان المبارک کی تقریب پر کتب میں خاص رعایت

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
احسن القصص	۲؍	۱۰؍	مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸؍	۴؍
در ثمین اردو	۵؍	۰؍	〃 〃 〃 دوم	۸؍	۶؍
درس قرآن شریف کے نوٹ ۔	صہ؍	سعہ	〃 〃 〃 سوم	۸؍	۸؍
حیدر آبادی مترجم قرآن مجید مع تفسیری نوٹوں کے ۔	عہ؍		احمدؑ	۱؍	۱۰؍
			احمدی عقائد	۲؍	؍
ادعیۃ الاحادیث	۱؍	۰؍	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات	۴؍	۳؍
طبیب روحانی	۲؍	۰؍	تصدیق المسیح جس میں سلسلہ احمدیہ		
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	لہ	مہ	تمام موجودہ اعتراضوں کا جواب	۶؍	۵؍
ادعیۃ القرآن	۲؍	لا	روزوں کے متعلق تمام مسئلے	۳؍	۲؍
مجموعہ الہامات حضرت اقدس حصہ اول کشوف	۴؍	[illegible]	احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت		
〃 〃 〃 دوم	عہ	[illegible]	قرآن مجید سے	۳؍	۲؍
〃 〃 〃 سوم	۴؍	[illegible]	حضرت صاحب کی کتب سے مسئلہ		
ہدایات دربارہ معاملات	۲؍	۱؍	نبوت کے متعلق تمام حوالے ۔	۶؍	۴؍
خطبات نور حصہ اول	۱۰؍		شیعہ کی کتب سے مہدی آخر زمان		
〃 〃 دوم	۸؍	عہ	کا ثبوت ۔	۴؍	۴؍

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
شدھی کی اشدھی	۴ر		النصح	۲ر	۱ر
دھرم پال کا کچا چٹھا	۱ر		مسادقوں کی روشنی والا تشحیذ	۱۲ر	۰
تعلیم مسیح موعود و خلافت محمود	۸ر		البرق	۲ر	۱ر
تذکرة الذاکرین	لمر		القاء ربانی	عر	۶ر
ثنائی ہرزہ درائی	۰۳ر		البلاغ المبین	۱ر	۰ر
ثنائی چکر	۱ر		خصوصیات مسیح موعود	۱ر	۰ر
قلائے غلت	۸ر		تحفۂ اکمل۔ حصہ دوم	۰۲ر	۲ر
ختم نبوت کی حقیقت	۸ر		" " " سوم	۲ر	۱ر
بدر کامل	۳ر		تفسیر ترجمة القرآن پ ۲۷	۸ر	۶ر
آئینہ حق نما	۱۲ر		" " " " پ ۲۸	"	"
پیدائش عالم	۳ر		" " " " پ ۲۹	"	"
تذکرة المہدی	عسر		اربعین	۳ر	۲ر
اسرار روایات کربلا	۱ر		نماز مترجم	۰ر	۰ر
حل چیستان مرزا کا جواب	۱ر	۰ر	غلامی	۵ر	۴ر
قدامت روح و ماده	۵ر	۴ر	عصمت انبیاء	۱۰ر	۸ر
اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا یا شمشیر	۰۳ر	۰۲ر	ترجمہ انگریزی حصہ اول	۰۲ر	۰
ضرورت نبی	۲ر	۱۰ر	" " " " دوم	۸ ۳ر	۵ر
گوشت خوری	۳ر	۲ر	ظہور المسیح	۶ر	۳ر
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰ر	۵ر	آیة الحفیظ کی آمین	۰ر	۔ر
مبادی الصرف	۲ر	۱ر	آثار مبارکہ	۱ر	۰ر
ابطال الوہیت مسیح	۱ر	[illegible]	تفسیر القرآن ۔ مصنفہ شیخ یعقوب علی	عہ	۸ر
حقیقت نماز	عہ	۵ر	دافع البلاء	۲ر	۱ر

نئی تصانیف جو ابھی ابھی شائع ہوئیں

مباحثہ شملہ کا فیصلہ

پچھلے دنوں شملہ کے غیر مبایعین اور مبایعین میں ایک بہت بڑا مباحثہ نبوت مسیح موعود کے بارے میں ہوا جسمیں بذریعہ خاص چٹھی کے مولوی محمد علی صاحب نے بھی حصہ لیا۔ اور بہت سی ہدایات دین حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بھیجا۔ اور انہوں نے بھی اپنا پورا زور لگایا۔ اس مباحثہ میں ثالث جناب شیخ محمد عمر صاحب بی۔ اے وکیل قرار پائے۔ جناب ممدوح نے ایک مطول طویل فیصلہ نہایت مدلل لکھا ہے۔ جس کا حجم ۵۶ صفحے ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ صاحب نے کسقدر محنت اس بارے میں کی۔ تمام کتب حضرت مسیح موعودؑ آپکے زیر نظر ہیں۔ فریق ثانی کو اپنے تمام اعتراضات پیش کرنے کا پورا موقعہ دیا۔ پھر ان کا ایک ایک کرکے جواب دیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ ہر احمدی کے پاس ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں نبوت مسیح موعود پر مختصر مگر جامع و مدلل بحث مع حوالجات کتب موجود ہے۔ ہم اس فیصلہ کو غیر مبایعین پر اس لحاظ سے بطور حجت پیش نہیں کرتے کہ چونکہ ثالث نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ اس لئے مان لو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان دلائل کو دیکھو جو اسمیں دئے گئے ہیں۔ اور جن کے ذریعے ایک منصف مزاج جو فریقین کی جنبہ داری سے قطعاً محفوظ ہے۔ اس نتیجہ تک پہنچا ہے جس تک ہم خدا کے فضل سے پہونچے ہیں۔ اس رسالہ کی قیمت صرف ۳ر ہے جو صاحب چاہیں ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر یا بذریعہ وی پی منگوالیں۔ میں اس رسالہ کی اشاعت پر محب مکرم مولوی عمر الدین صاحب احمدی مناظر منجانب مبایعین شملہ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے ان کو جزاکم اللہ جزاءً خیرا کہتا ہوں ؛

پیغام حق

مولوی محمد احسان الحق صاحب نے اپنی بچی امۃ الحق کی یادگار میں یہ کتاب چھپوائی ہے جسمیں غیر احمدیوں کو سلسلہ احمدیہ کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے بہت سے دلائل قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے مندرج ہیں۔ تبلیغ کے لئے یہ رسالہ نہایت ہی مفید ہے مگر کاری درسی کتب کی طرز پر اسکی لکھوائی ہے۔ اور کاغذ و چھپوائی بھی قابل تعریف۔ قیمت ۴ر محصول ا احباب اس کتاب کو منگا کر دیکھیں۔ ملنے کا پتہ :۔ تشحیذ قادیان ؛

نام کتاب	سی	پائی
صراط مستقیم	۲ر	ار
ہدیہ ثاقب	۲ر	ار
مخمس سلیم	۲ر	ار
سر الشہادتین	ار	[illegible]
کلام محمود	۴ر	۴ر
محمد رسول اللہ	ار	ار
اسلام کی پہلی کتاب	۲ر	۲ر
چولہ باوا نانک رحمۃ علیہ نمبر ا و ۲	[illegible]	۰ر
معیار حق	[illegible]	۰ر
عمدۃ الاحکام	۳ر	۳ر
بلوغ المرام - صرف عربی متن	۱۲ر	۹ر
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	۲ر	۲ر
الاسما الحسنیٰ	۵ر	۲ر
الموعظۃ الحسنہ	۲ر	ار

نام کتاب	سی	پائی
سلک مروارید حصہ اول	۴ر	۲ر
مجربات نور الدین - حصہ اول	۱۰ر	۵ر
" " " دوم	۱۰ر	۵ر
" " " سوم	۱۰ر	۵ر
کسر صلیب نمبر ۱	ار	[illegible]
" " نمبر ۲	ار	۰ر
چمکار محمدی	۸ر	۴ر
چمکار مہدی	۲ر	ار
مورکھ سیدھ	ار	[illegible]
منصب خلافت	ار	[illegible]
مسدس محمدؐ	[illegible]	
وصال حبیب	۰ر	
برکات خلافت	۴ر	

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل، دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کوشی پینے کی تکلیف سے بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں

۱۔ روغن صندل۔ سوزاک کے لئے نہایت درجہ مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۶/
محصول ایک سے چار شیشی تک پانچ آنے۔ ۵/

۲۔ روغن اجوائن۔ قے اور بدہضمی کی ایک ہی دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲/ محصول ۵/

۳۔ روغن سونٹھ۔ یہ بھوک کو بڑھاتا ہے۔ اور ریاح کو خارج کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۵/۔ محصول ایک سے چار شیشی تک ۵/

۴۔ روغن سونف۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۴/۔ محصول سے ایک چار تک ۵/

۵۔ روغن دال چینی۔ یہ دال چینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے۔ اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے۔ قیمت فی شیشی ۶/ محصول ایک سے چار تک ۵/

۶۔ روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے۔ اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۴/۔ محصول ۵/

۷۔ روغن لیمو۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیمو کا خوشبو دیتا ہے، قیمت فی شیشی ۸/ محصول ۵/

۸۔ روغن پیپرمنٹ۔ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرتے ہیں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰/۔ محصول ۵/

۹۔ روغن الائچی۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے۔ اور بھوک بڑھاتی ہے۔ قیمت ۶/ محصول ۵/ ۲

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ